ضرورت واعظین

چندروز کی بات ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح کے دل مین اس بات کا جوش ڈالا کہ جماعت مین واعظین پیدا ہون جو علوم دینیہ سے اچھی طرح واقف ہوکر اور مسائل شرعیہ سے آگاہ ہوکر اور دلائل حقیت اسلام کے ماہر ہوکر مختلف ملکون مین پھرین مخلوق الٰہی کو راہ ہدایت پر لاوین آپ اسی خیال مین تہے کہ ابھی کیا تجویز ہو کہ حکمت الٰہی سے حضرت مسیح موعود کا ایک پرانا اشتہار سنہ ۱۹۰۱ع کا چھپا ہوا آپکو کہین سے ملگیا جسمین حضرت موصوف نے ایسے واعظین کو طیار کرنے کیواسطے ایک امتحان مقرر فرمایا تہا جو غالباً کسی سبب سے اسوقت نہ ہوسکا مگر اب اس کیلئے وقت آگیا ہے اسلئے خلیفۃ المسیح کا منشاء ہے کہ دسمبر آیندہ کے جلسہ مین ایسا امتحان قادیان مین ہو اور جو دوست اسمین شامل ہوسکین وہ ابھی سے مطلع فرماوین تاکہ اون کے نام ایک رجسٹر مین درج کرلئے جاوین وہ اشتہار

ذیل مین درج ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی

اشتہار مفید الاخیار

چونکہ یہ ضروری سمجھا گیا ہے کہ ہماری اس جماعت مین سے کم از کم ایک سو آدمی ایسا اہل فضل اور اہل کمال ہو کہ اس سلسلہ اور اس دعوے کے متعلق جو نشان اور دلائل اور براہین قویہ قطعیہ خدا تعالےٰ نے ظاہر فرمائے ہین ان سب کا اس کو علم ہو اور مخالفین پر ہر ایک مجلس مین بوجہ احسن اتمام حجت کرسکے اور ان کے مفتریانہ اعتراض کا جواب دے سکے اور خدا تعالےٰ کی حجت جو ان پر وارد ہو چکی ہے بوجہ احسن اس کو سمجھا سکے اور نیز عیسائیون اور آریون کے وساوس شائع کردہ سے ہر ایک طالب حق کو نجات دے سکے اور دین اسلام کی حقیقت اکمل اور اتم طور پر ذہن نشین کرسکے پس ان تمام امور کے لئے یہ قرار پایا ہے کہ اپنی جماعت کے تمام لائق اہل علم اور زیرک و دانشمند لوگون کو اس طرف توجہ دی جاوے کہ وہ - دسمبر سنہ ۱۹۰۱ع تک کتابون کو دیکھ کر اس امتحان کے لئے طیار ہو جاوین اور دسمبر آیندہ کی تعطیلون پر قادیان مین پہونچکر امور مندرجہ بالا مین تحریری امتحان دین - اس جگہ اسی غرض کے لئے تعطیلات مذکورہ مین ایک جلسہ ہوگا اور مباحث مندرجہ کے متعلق سوالات دئیے جاوینگے ان سوالات مین وہ جماعت جو پاس نکلیگی ان کو ان خدمات کے لئے منتخب کیا جاویگا اور وہ اس لائق ہونگے کہ ان مین سے بعض دعوت حق کیلئے مناسب مقامات مین بھیجے جاوین اور اسیطرح سال بسال یہ مجمع انشاء اللہ اسی غرض سے قادیان مین ہوتا رہیگا جبتک کہ ایسے مباحثین کی ایک کثیر التعداد جماعت طیار ہو جائے مناسب ہے کہ ہمارے احباب جو زیرک اور عقلمند ہین اس امتحان کیلئے کوشش کرین اور دیا

بدر پریس قادیان مین میان معراج الدین عمر پروپرائیٹر پرنٹر و پبلشر کے حکم سے باہتمام مفتی محمد صادق مینیجر مطبع و اخبار چھاپا گیا۔

پیغام صلح کہاں سے مل سکتا ہے

بعض دوست ہمکو خط لکھتے ہیں کہ پیغام صلح بھیجا دو جلد بھیجا دن کی اطلاع کیواسطے لکھا جاتا ہے کہ پیغام صلح لاہور میں چھپتا ہے اور اسی جگہ فروخت ہوتا ہے جن دوستون کو ضرورت ہو۔ وہ لاہور خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل چیف کورٹ عزیز منزل نولکھا کے نام نامی پر خط لکھکر منگوا سکتے ہیں۔ قیمت فی نسخہ ۲ ہے اکٹھے منگوانے سے فی نسخہ ایک آنہ مل سکتے ہیں۔ ایڈیٹر

اکمل صاحب کے دوستون کو اطلاع ہو

کہ اکمل صاحب دفتر بدر سے رخصت رعایتی حاصل کرکے وطن گئے ہیں اب انکے نام کے تمام خطوط گولیکی بھیجے جاتے ہیں وہ لوگ جو دفتر کے متعلق کاروباری خطوط اکمل صاحب کے یا میرے نام پر روانہ کرتے ہیں وہ غلطی کرتے ہیں اگر میں کسی اتفاق سے یہان نہیں ہوتا۔ تو وہ خط پڑا رہتا ہے اور اسے کوئی پڑھ نہیں سکتا۔ جب تک کہ میں واپس نہ آؤں۔ اور ایسا ہی اب اکمل صاحب کے نام کے خطوط گولیکی جاتے ہیں گو وہ انہی سے برائے تعمیل دفتر بدر میں واپس ہی آجائیں گے مگر اس آمد و رفت ڈاک کی تعمیل میں بہت مشکلات پڑ جاتے ہیں لہذا دوستون کو چاہیئے کہ اخبار کے متعلق جس قدر خط و کتابت ہو وہ کسی خاص آدمی کے نام پر نہ ہو بلکہ اس پر صرف یہ لکھا ہو بنام

مینیجر اخبار بدر قادیان — فقط

ایڈیٹر

اس زمانہ کے علماء کیسے ہیں

ایک صاحب اخبار وزیر ہند نے لاہور میں اس زمانہ کے علماء سے اسلام کا نقشہ جو کھینچتے ہیں اس میں سے چند سطور درج ذیل ہیں :۔

"ہمارے علماء اپنی خودغرضی میں مبتلا ہیں وہ اتفاق و اتحاد کیونکر قائم کرسکتے ہیں دور کیون جاتے ہو لاہور کی حمایت اسلام ہی کو دیکھ لو اس کے کیسے کیسے فنڈ کے لڈر ہے ہیں اور اس مسلمانون میں متفق ہوکر کام کرنے کی رغبت نہیں بلکہ ہمیں دیگرے نیت کا خبط ان کے ملون میں سمایا ہوا ہے"

آخر اس کا کوئی علاج ہی ہے ظاہری یا باطنی ؟ (بدر)

ضرورت نکاح

ہمارے ایک دوست نوجوان۔ خوبصورت۔ آسودہ حال خاندانی جو آجکل لاہور میں کاروبار کرتے ہیں علاقہ ہندوستان میں شادی کرنا چاہتے ہیں۔ خط و کتابت میری معرفت ہو۔

(ایڈیٹر بدر)

آئینہ صداقت

(کے متعلق حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایڈیٹر ریویو کی رائے)

مکرمی و مخدومی اخویم مفتی صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ "آئینہ صداقت" آپ کا مختصر مگر جامع رسالہ اسی وقت مجھے پہنچا اور اسی وقت میں نے اس کو اول سے آخر تک پڑھا۔ خیر الکلام ما قل و دل کا سچا مصداق ہے۔ حضرت مولوی صاحب نے ایک دن فرمایا تھا۔ کہ کوئی ہمارے احباب میں سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات پر ایک مختصر مگر جامع مضمون لکھے جہاں تک مجھے یاد ہے انہی کے بعد کا ذکر ہے۔ اب میں نے اس رسالہ کو پڑھکر بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح کی اس خواہش کو احسن طریق پر پورا کیا ہے۔ اللہ احسن الجزاء۔ میری رائے میں اگر اس کو بہ [illegible] بہت مفید ہوگی اس قدر مختصر ہے کہ کم فرصت کا فرصت آدمی بھی اس کو خوشی سے پڑھ لیگا اور یہ اس قدر مدلل اور پر برکت ہے کہ کوئی بھلا مانس اسے پڑھکر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آئینہ صداقت لفظی معنون میں بھی آئینہ صداقت ہے۔ خدا اسے بہتوں کی بہتری اور ہدایت کا موجب کرے۔ والسلام

خاکسار محمد علی ۔ ۱۰ جولائی ۱۹۰۸ء

نوٹ۔ قیمت فی کتاب ۱ سو نسخہ کی قیمت ایک روپیہ (تار)

ایک ہندو شریف کیا کہتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مکرمی و مخدومی جناب مفتی صاحب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ یہودی صفت اسلام کے مسلمان غلطی سے مانتے ہیں کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت اقدس مسیح موعود مہدی مسعود علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد ختم سمجھنا چاہیئے۔ کاش اگر یہ تعصب کی پٹی کو اتارتے اور بلا تعصب غور کرتے اور فکر دوڑاتے۔

ایک نیک دل سمجھدار آریہ میری طرف خط لکھتا ہے اور اس خط جو حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق درج کرتا ہے۔ اس کی نقل مطابق اصل ارسال ہے۔ اگر اس کو کسی گوشہ اخبار میں جگہ دیجاوے۔ تو کیا عجب کہ کسی سمجھدار کے واسطے مفید ہو۔ شکور ی ہوگی۔ والسلام

بنت محمد علی بدو ملہی از چک نمبر ۳۴ جنوبی ڈاکخانہ خاص براستہ اللیان۔ علاقہ سرگودہ ۔ ۱۱ جولائی ۱۹۰۸ء

اوم

تصوف آئین شرافت آگین جناب مولوی صاحب جی۔ تسلیم مزاج شریف۔ حضرت مسیح موعود کا حال آپ سن چکے ہونگے ان حضرت کی وفات کا خیال کرنا ہماری غلطی ہے۔ کیونکہ وہ تو ہر وقت زندہ جاوید ہیں۔ جب تک دنیا قائم رہے گی ان کا نام چمکتا رہے گا۔ ان کی تصانیف سے بے سمجھ آدمی عموماً دہریہ آدمی خصوصاً بہرہ یاب ہوتے رہینگے مگر افسوس ہے تو اس بات کا کہ اب ان کا ظاہری درشن ہمیشہ کے لئے پردہ کے اندر رہے جو کہ ایک بدچلن کے واسطے راہ راست پر لانے کے لئے کافی ہوتا۔ مگر میرے خیال میں افسوس کرنا بھی خلاف عقل ہے۔ کیونکہ اس موقعہ پر کبیر صاحب فرماتے ہیں۔ سے

سادھ مرے کیا روئیے جو اپنے گھر جا۔
روؤ ساکت مرا جو ہاٹو ہاٹ بکا

تشریح۔ سادھ کے مرنے پر ہرگز نہ رونا چاہیئے کیونکہ وہ اپنے گھر جاتا ہے۔ ان پاپیون کو رونا چاہیئے۔ جو گلی گلی بکتا ہے۔

راقم آپکا تابعدار [illegible] ۲۰

رسید زر

۲۴ جولائی ۱۹۰۸ء
منشی [illegible] صاحب ۱۸۱ — عہ
قطب الدین صاحب ۲۰۴ — عہ
محمد دین صاحب ۱۶ — للعہ
غلام حیدر صاحب ۲۷ — عار
میاں میران بخش صاحب
دفتری — للعہ
چودہری [illegible] صاحب ۲۷۵ — عار
[illegible] صدیق صاحب ۱۲ — للعہ
محمد صدیق صاحب ۲۸ — عہ
محمد سرور خان صاحب ۹۲۵ — ۶
محمد تقی صاحب نمبر ۹۳ — للعہ
خدا بخش صاحب ۱۸۵۷ — للعہ
احمد حسن صاحب ۵۸ — عہ
منشی گلاب الدین صاحب ۳۷۵ — ۵ر
خواجہ محمد رمضان صاحب ۱۸۲ — عہ
[illegible] الدین صاحب ۷۲۸ — للعہ
غلام نبی صاحب نمبر ۱۰۹۹ — سے ر
میاں [illegible] محمد صاحب نمبر ۲۰۸ — ۱۰ر

ثناء اللہ کی پریشانی

مسئلہ مباہلہ کیواسطے دیکھو اخبار بدر نمبر ۲۷ جلد ۷ جولائی شنہء گذشتہ اشاعت سے آگے

اہلحدیث مطبوعہ ۲۶ - اپریل شنہء کے جس مضمون پر

ملحقہ نمبر میں میں نے بحث کی ہے اس کے اخیر میں بطور نتیجہ یا خلاصہ

ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں۔

مختصر یہ کہ (۱) میں تمہاری درخواست کے مطابق حلف اٹھانے

کو تیار ہوں (۲) اگر تم اس کے نتیجہ سے مجھ کو اطلاع دو (۳)

اور یہ تمہاری تحریر مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی سے دانا منظور

کر سکتا ہے۔"

ثناء اللہ نے اپنے کل مضمون کا خلاصہ جن مذکورہ بالا الفاظ

میں بیان کیا ہے وہ یہ نہ صرف اسی مضمون کا خلاصہ ہے بلکہ

مسئلہ بارہ میں ان کی کل تحریرات کا لب لباب اور نتیجہ ہے میں

تینوں فقروں پر نمبر لگا دیئے ہیں اور اب اسی سلسلہ سے ایک

بحث کرتا ہوں۔

(۱) اگرچہ اسی مضمون کے تمہیدی الفاظ میں مولویصاحب

لکھ چکے ہیں کہ کرشن جی نے خاکسار کو مباہلہ کیواسطے بلایا تھا

لیکن چند سطریں ہی لکھنے کے بعد کل مضمون کا خلاصہ کرنے

کے وقت پھر مولویصاحب کو کچھ تردد دامنگیر ہوا اس لئے

کہ ۱۹- اپریل شنہء کو خود مباہلہ کی تعریف بیان کر چکے ہیں۔

کہ مباہلہ اسے کہتے ہیں۔ جو فریقین مقابلہ پر قسمیں کھائیں

اور فقرہ نمبر ۸ یہ بھی لکھا ہے کہ نہ ہم آپ کو قسم کھلاتے ہیں

اور نہ آپ کی قسم کا اعتبار کرتے ہیں خواہ آپ ۔۔۔ تے تو ہی

... پھر کہدیں اس لئے پریشانی کی حالت میں پھر مباہلہ کا

لفظ لکھتے ہوئے جھجکے اور لکھدیا کہ تمہاری درخواست کے

موافق حلف اٹھانے کو تیار ہوں لیکن اس آدمی سے کوئی

یہ تو پوچھے کہ اگر ہماری درخواست صرف اتنی ہی تھی کہ مولوی

صاحب صرف قسم کھائیں اور طرفین کی قسم کا کچھ ذکر نہ تھا اور

ہماری تحریرات سے مولویصاحب کو یہی تفہیم ہوئی تھی کہ ہماری

درخواست صرف اسیقدر ہے تو پھر مولوی صاحب کو حضرت

صاحب کی قسم پر اعتبار یا بے اعتباری کی بحث ہی کرنے کی

کیا ضرورت تھی۔ لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ اس حلف اٹھانے

کی آمادگی کی تمیں کس طرح سے ہوتی ہے اسکی پڑتال ہم آگے

چل کر کرینگے (۲) فقرہ نمبر ۲ بالکل صاف ہو گویا ابھی تک یعنی

ان کی اس ۲۶- اپریل کی تحریر تک مولویصاحب کو نتیجہ سے اطلاع

نہیں دیگئی ہے اور مولویصاحب نتیجہ معلوم کرنے کے لئے پریشان

ہیں لیکن الحکم کی عبارت جو ۱۹- اپریل شنہء کے اہل حدیث میں

نقل کی ہے وہ حسب ذیل ہے اللہ تعالیٰ خود ہی فیصلہ کر دیگا

اور صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھلا دیگا عذاب جو

جھوٹے پر پڑے وہ اس طرز کا ہوگا کہ اس میں کسی انسانی ہاتھ

کا دخل نہ ہو باقی رہا یہ امر کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا مولوی ثناء اللہ کو

واقف قرآن ہو کر اس امر کے دریافت کرنے کی ضرورت

نہ تھی مباہلہ کی بنیاد جس آیۃ قرآنی پر ہے اس میں تو صرف

لعنۃ اللہ علی الکاذبین ہے اور اس جگہ خدا تعالےٰ نے

لعنت کو قائم مقام ان تمام عذابوں اور وبالوں کا رکھا۔ جو

صادق کی تکذیب میں مکذبین کے لاحق حال ہوتی ہیں اور ہم

ایمان رکھتے ہیں کہ ثناء اللہ کے متعلق بھی زمانہ بروقت اسکا ان

ان میں سے کسی کو خود دیکھ لیگا۔ ناظرین خیال کر سکتے ہیں کہ

کن صاف الفاظ میں نتیجہ بیان کیا گیا ہے لیکن مولویصاحب کے

نزدیک ابھی تک ان کو نتیجہ سے اطلاع نہیں دیگئی ہے

اسلئے خیر ہم بھی اس تحریر کو نظر انداز کر دیتے ہیں ۱۵- اپریل شنہء

کے اشتہار میں حضرت صاحب نے جو الفاظ اپنے واسطے استعمال

کئے ہیں وہی بالمقابل مولویصاحب کے لئے مثلاً اگر میں کذاب اور

مفتری ہوں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤنگا اور

اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں تو آپ مکذبین کی سزا سے

نہیں بچیں گے اور وہ سزا انسانی ہاتھوں سے نہیں

بلکہ خدا کے ہاتھوں سے ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ اسی اشتہار

کے مضمون پر جرح وقدح کرتے ہوئے مولویصاحب نے مذکورہ بالا

فقرہ نمبر ۲ لکھا ہے گویا ابھی تک ان کو نتیجہ سے اطلاع

نہیں ملی ہے اور وہ اس سے بے خبر ہیں۔ ۱۹- اپریل اور

پھر ۲۶- اپریل کے دو متفرق بیانات میں وہ نتیجہ کے بتلائے

جانے سے لاعلمی ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن ناظرین دیکھیں گے

کہ مولویصاحب جو اپنے تئیں مفسر بھی بیان کرتے ہیں۔

مطمئن کسی بات پر نہیں ہیں بلکہ ہر وقت پریشان حال ہیں

اس بات کی آزمائش کے لئے ناظرین کو مولویصاحب کے

۱۳- مئی شنہء کے اشتہار کے ان فقروں کو پڑھنا چاہیئے

جو مضمون نمبر ۱ کے شروع میں میں نقل کر چکا ہوں اور یہ

بھی خیال کر لینا چاہیئے کہ دونوں موقعوں پر حضرت صاحب کا

۱۵- اپریل شنہء کا اشتہار مدنظر ہے لیکن ۲۶- اپریل کو

تو وہ نتیجہ دریافت کرتے ہیں اور ۱۳- مئی شنہء کو نتیجہ پر بحث

کر کے لکھتے ہیں کہ یہ نتیجہ گویا حضرت صاحب نے بتایا ہوا ہے۔

ان متضاد تحریرات کا جواب مولویصاحب اگر شاید یہ دیویں کہ

سابقہ تحریرات میں وہ اپنی قسم کے نتیجہ کو دریافت کرتے تھے

اور حال کی تحریر میں جو کچھ انہوں نے لکھا ہے وہ حضرت صاحب

کی دعا کے متعلق لکھا ہے تو یہ جواب دیوانہ بکار خود ہشیار

جیسا جواب ہوگا۔ اس لئے کہ فریقین کے لئے ایک ہی طرح

کے الفاظ بیان کئے گئے تھے جب ایک فریق کے واسطے

وہ الفاظ کافی نہیں سمجھے گئے تو ایک سال کے بعد انہیں

الفاظ سے دوسرے فریق کے لئے اپنے نفسانی اغراض

کی تکمیل کے لئے پیشگوئیاں کرنا عجیب ایمانداری ہے

اگر مولویصاحب غور کریں تو معاملہ بہت ہی صاف ہے اور

وہ خود اپنی ہی تحریرات کی رو سے کذاب جھوٹے دغا باز

مفسد انہ اور نافرمان ثابت ہوتی ہیں جس کی تفصیل یہ ہے

کہ ۲۶- اپریل شنہء کے اہلحدیث میں حضرت صاحب کے اشتہار

کی اسی عبارت پر جس سے مولویصاحب نے اپنے مفید مطلب

نتیجہ نکالنے کی کوشش کی ہے صفحہ ۴ کالم ۱ پر نائب ایڈیٹر

حاشیہ چڑھا کر لکھا ہے " آپ اس دعوے میں قرآن شریف

کے صریح خلاف کر رہے ہیں۔ قرآن تو کہتا ہے کہ بدکاروں

کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہے۔ ...... ویمدھم

فی طغیانہم یعمھون وغیرہ آیات تمہاری اس دجل کی

تکذیب کرتی ہے۔ جن کے صاف یہی معنے ہیں کہ خدا تعالےٰ

جھوٹے دغاباز مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا

کرتا ہے تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کر لیں

پھر تم کیسے من گھڑت اصول بیان کرتے ہو کہ ایسے لوگوں

کو بہت عمر نہیں ملتی کیوں نہ ہو دعوے تو مسیح کرشن اور محمد

احمد بلکہ خدائی کا ہے اور قرآن میں یہ لیاقت۔ مولوی صاحب

کے اس اصول کے موافق ہمارا ہر طرح سے حق ہے کہ ہم

خود انہیں کے بیان کردہ نتیجہ سے یہ سمجھ لیں کہ بدکاروں

کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہے۔ اور ثناء اللہ کی بدکرداریوں

کی وجہ سے اسے بھی مہلت دیگئی۔ پس اب اپنی سابقہ تحریرات

کے برخلاف جو نتیجہ وہ نکالتا ہے وہ غلط ہے۔ جھوٹا

دغاباز۔ مفسد اور نافرمان ہونے کے سبب سے اس کو لمبی عمر

دی گئی ہے تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کرلے

ناظرین ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ نہ صرف وہ (ثناء اللہ) خود

بلکہ اس کا نائب ایڈیٹر بھی کس قدر پریشان حال ہے۔ کیا

اب نائب ایڈیٹر کا یہ فرض نہ تھا۔ کہ اپنے نوٹ کا لحاظ

---

[1] عنوان کے لائق اور معزز مصنف کی مولویانہ تہذیب کی ناظرین کو داد دینی چاہیئے کیوں نہ ہو جو ہوئے۔

کیا۔ جو قرآن شریف کے علم کے موافق اور اس نے لکھا تھا اور ثناء اللہ کے ۱۳ مئی ۱۹۰۷ء کے اشتہار پر ایماندار سے حاشیہ چڑھایا کہ میری بیان کردہ اصول کے موافق ثناء اللہ کو جھوٹا دغا باز مفسد اور نافرمان ہونے کے سبب سے مہلت دیگئی ہے تاکہ وہ الٰہی سلسلہ کی مخالفت کر کے اپنی بدکرداری کا مزید ثبوت دے۔ جب سے حضرت صاحب کا یہ اشتہار شائع ہوا تھا ثناء اللہ کے تمام ہم مشرب اس سے کچھ ایسے متاثر ہوئے تھے کہ خطوط بھی جو شائع کئے جاتے تھے وہ اسی مضمون کے ہوتے تھے۔ چنانچہ مرقع بابت ماہ ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۴ اکسی مولوی بنام صوفی عبدالحق سرہندی کا مضمون چھپا تھا جس میں وہ لکھتے ہیں "مرزا صاحب اور مرزائیوں سے یہ سوال ہے کہ اگر جھوٹے کا سچے کی زندگی میں مرنا اگر واقعی ضروری اور قانون الٰہی ہے جیسا کہ آپ کی تحریرات سے ثابت ہوتا ہے۔ تو معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسیلمہ کذاب سے پہلے انتقال فرمانے کے باعث اسی جنرل رول کے زیر اثر ہیں میں کہتا ہوں۔ اسی نظیر کے موافق اس زمانہ کا رسول بھی اپنے ہمعصر مسیلمہ سے پہلے انتقال فرمانے کے باعث اس جنرل رول کے زیر اثر نہیں ہے جس کے وجوہات کسی قدر گذشتہ مضامین میں بھی بیان ہو چکے ہیں اور زیادہ تفصیل آئندہ مضمون میں پورے طور پر بیان کر دی جائے گی۔

اب میں پھر ثناء اللہ کے خلاصہ کی طرف رجوع کر کے اس کے فقرہ نمبر ۳ پر بحث کرتا ہوں جو یہ ہے کہ "یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اس کو منظور کر سکتا ہے جبکہ حضرت صاحب کی تحریر کو منظور ہی نہیں کیا گیا تھا تو مولوی صاحب کو یہ ہرگز حق نہیں کہ وہ اس تحریر کے متعلق کسی قسم کا نتیجہ بیان کریں۔ لیکن ملاں آں باشد کہ خاموش نشود۔ بھلا مولوی صاحب کب خاموش رہ سکتے ہیں اور بڑے زور سے خود ساختہ نتائج استنباط کر رہے ہیں۔ ان کا ایسا کرنا دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ بات ہے کہ انہوں نے اپنے سابقہ خیالات میں ترمیم کر کے اب حضرت صاحب کی اس تحریر کو منظور کر لیا ہے اس وجہ سے ایسا کرنا وہ اپنا حق سمجھتے ہیں یا یہ ہے۔ کہ منظور کرنے کی ہی ضرورت نہیں بغیر منظور کئے بھی وہ ایسا کرنے کے مجاز اور حقدار ہیں اس لئے ان دونوں تنقیحوں کی بابت اب ہمیں غور کرنا ہے کہ آیا ان کو ایسا کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں۔ اولاً اگر انہوں نے سابقہ خیالات میں ترمیم کر لی ہے۔ تو اس

قسم کی ان کی کوئی تحریر ابھی تک ہم نے نہیں دیکھی وہ اس کا حوالہ دیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیں کہ پہلے وہ یہ لکھ چکے ہیں۔ کہ حضرت صاحب کی اس تحریر کو کوئی دانا منظور نہیں کر سکتا ہے اب اسے منظور کرنے کے سبب دانا کے بالمقابل کونسا معزز نام اپنے لئے تجویز کیا ہے چونکہ منظوری کی بابت ابھی تک ہم نے کوئی تحریر نہیں دیکھی ہے اس لئے اس پہلو پر سردست مزید تحریر کی ضرورت نہیں ہے تاوقتیکہ مولوی صاحب خود اس کی بابت کچھ روشنی نہ ڈالیں۔ البتہ دوسرے پہلو پر کسیقدر تفصیل سے ہم بحث کرتے ہیں۔

یہ ایک عام دستور ہے کہ ایسے موقعہ پر مقابل یا مخالف کا مونہہ بند کرنے کے لئے اس کے اصولوں کو مدنظر رکھ کر ہمیشہ گفتگو کی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ ایک آریہ کی تردید جن دلائل سے کی جاتی ہے وہ غیر آریہ یعنے عیسائی وغیرہ کے لئے کافی نہیں ہو سکتی ہے اسی طرح ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم ثناء اللہ کے اصولوں کو مدنظر رکھیں تاکہ انہیں پھر چون وچرا کی گنجائش ہی باقی نہ رہے اور اگر ملاؤں کی طرح وہ خاموش نہ رہ سکیں تو ان کا ایسا کرنا جواب دینا نہیں بلکہ منہ چڑانا ہو اس غرض کو پورا کرنے کے لئے مرقع نمبرا جلدا صفحہ ۱۱ کی عبارت پیش کرتے ہیں جو حسب ذیل ہے۔

"ڈوئی نے مرزا صاحب کے حسب منشاء دعا نہیں کی پس جب اس نے دعا نہیں کی تو پھر یہ پیشگوئی یا مباہلہ نہ ہوا بلکہ یوں کہیئے کہ بغیر مباہلہ کے ڈاکٹر ڈوئی کا مرزا صاحب کی زندگی میں مرنا مرزا صاحب کے مباہلہ کی تردید اور کرشن جی کی تکذیب کرتا ہے کیونکہ اس سے ثابت ہوا کہ اس کی عمر ہی اتنی تھی اگر وہ مباہلہ کر لیتا تو دو حال سے خالی نہ تھا یا تو مرزا صاحب کی زندگی میں مرتا تو ثابت ہوتا کہ ان کے مباہلہ یا دعا کا اثر نہیں بلکہ اپنی اجل سے مرا ہے اور اگر مرزا صاحب کے بعد مرتا تو کھلی تکذیب ہوتی۔ غرض یہ کہ مرزا صاحب کے حسب منشاء نہ تو ڈوئی نے دعا کی اور نہ ان کے چیلنج کو قبول کیا اس لئے وہ اس پیشگوئی سے نہیں مرا بلکہ اپنی مقررہ اجل پر مرا ہے جس کو مرزا صاحب کی صداقت یا نبوت سے کوئی تعلق نہیں۔ تعجب ہے۔ مرزائیوں کی حیا اور شرم پر کہ کس آن بان سے اس واقعہ کو پیشگوئی لکھتے ہیں حالانکہ جس شرط پر یہ پیشگوئی ہوئی تھی وہ شرط متحقق ہی نہیں ہوئی۔ یعنے ڈوئی نے حسب درخواست مرزا صاحب دعا نہیں کی چونکہ یہ بات بہت ہی واضح ہے کہ اذا فات الشرط فات المشروط یعنے جب شرط متحقق نہیں تو مشروط بھی ثابت نہیں۔ یعنے جب ڈوئی نے دعا نہیں کی۔ تو مباہلہ ہی نہ ہوا۔

یہ عبارت (جو سابقہ مضمون کے اخیر میں نقل کی گئی ہے) ایسی صاف اور صریح ہے کہ مزید تشریح اور توضیح کی چنداں ضرورت نہیں ہے قبل اس کے کہ اصل مضمون کے متعلق کچھ لکھا جاوے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولوی فاضل صاحب کی مولویانہ منطق کو جو صرف ایک فقرے میں تمام کی تمام بھری ہوئی ہے بیان کیا جاوے اور وہ فقرہ یہ ہے کہ اگر وہ (ڈوئی) مباہلہ کر لیتا تو دو حال سے خالی نہ تھا یا تو مرزا صاحب کی زندگی میں مرتا تو ثابت ہوتا کہ ان کے مباہلہ یا دعا کا اثر نہیں بلکہ اپنی اجل سے مرا ہے" اب خیال کیا جا سکتا ہے کہ مباہلہ نہ کرنے کی حالت میں اس کے پہلے مر جانے پر تھوڑا یا بہت عذر ہو بھی سکتا ہے اور اگر بعض وجوہ (جو ڈوئی کے معاملہ کی بابت موجود ہیں اور جن کا ذکر ہم اپنے موقعہ پر کریں گے) اس کے ساتھ شامل نہ ہوں۔ تو چون وچرا کے لئے کچھ نہ کچھ گنجائش نکل سکتی ہے لیکن مولوی صاحب کی یہ فاضلانہ منطق کہ مباہلہ کرنے کی حالت میں اس کا حضرت صاحب کی زندگی میں مر جانا دعا کا اثر ثابت نہیں کرتا۔ گو مولوی صاحب کی کھلی کھلی بے غیرتی کا ثبوت ہو لیکن چونکہ ایسے مولوی فاضل کے دماغ کا نتیجہ ہے جو مفسر بھی ہے واقعی قابل داد ہے کیا یہ حیا سوز منطق جو دراصل اس نابینائی کا نتیجہ ہے جو مامور من اللہ کی مخالفت میں بے جا ہٹ دھرمی اور ضد سے واقع ہوئی ہے مولوی صاحب کو بیحیا اور بے شرم جیسے معزز خطاب کا مستحق ثابت نہیں کرتی یہ وہ الفاظ ہیں جو ڈوئی والے مضمون کے اخیر میں مولوی صاحب نے اول ایڈیٹر ریویو اور پھر کل احمدیوں کے واسطے استعمال کئے ہیں اب اس کا جج ہم خود مولوی صاحب ہی کو مقرر کرتے ہیں کہ اپنے ہی الفاظ میں سے جو جو چاہیں پسند فرمائیں اس جملہ معترضہ کے بعد اب ہماری بحث کا مدار مولوی صاحب کے اس فقرہ پر ہے جس پر ہم نے سابقہ مضمون کے اخیر میں خط کھینچ دیا ہے۔ اور ناظرین کے اختصار کے لئے پھر نقل کر دیا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ "مرزا صاحب کے حسب منشاء نہ ڈوئی نے دعا کی نہ ان کے چیلنج کو قبول کیا اس لئے وہ اس پیشگوئی سے نہیں مرا۔

تصدیق بذریعہ رویائے صالحہ

اخی مکرمی جناب مفتی صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرے ذیل کے چند الفاظ کو اپنے اخبار اخبار گوہربار مین جگہ دیکر مشکور فرما دین۔

حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوۃ والسلام کی صداقت کیلئے

ایک تازہ شہادت

آسمان بارد نشان الوقت میگوید زمین
این دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

اللہ تعالیٰ نے ہزار در ہزار نشانات سے امامنا و مولانا مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الرحمۃ کی تائید کی اور دنیا پر آپ کی صداقت کو سورج کی طرح روشن کر دیا ان مین سے کچھ تو ایسے تہے جو کہ بموجب پیش گوئی قرآن کریم اور حدیث شریف ظہور مین آئے اور کچھ ایسے تہے۔ جن کی خبر کہ اللہ تعالےٰ نے اس پاک اور برگزیدہ انسان کو اپنی تازہ وحی کے ذریعہ سے دی تہی اور کچھ ایسے ہیں جن کے ذریعہ سے بعض اشخاص کو آپکے سچا ہونے کی گواہی بذریعہ سچے الہامات اور کشفون کے ہوتی رہی چنانچہ ذیل مین موخرالذکر قسم کے نشانات مین ایک یہ ہے جو کہ مین اس لئے لکہتا ہون کہ شائد کوئی فائدہ اٹہاوے اور وہ مفصلہ ذیل ہے۔ میرے بزرگ اور مکرم بہائی صاحب سید نادر حسین شاہ صاحب تحصیلدار حال مینجر کورٹ آف وارڈس کوٹ فتح خان مجھ سے بڑا ہی پیار اور انس رکہتے ہین اور اون کی اور میری مثال یک دل دو قالب والی ہے آپ کو میرے بیعت کرنے کے وقت بہ سبب ناواقفی کے سخت ابتلا آیا۔ مگر چونکہ سعید فطرت رکہتے ہتے اور مینے بہی بہت دُعا کی اور حضرت اقدس قدس سرہ سے بہی دعا کروائی۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کو حضرت اقدس کے صدق کی تصدیق مین اللہ تعالےٰ کے فضل سے خواب آنے شروع ہوئے پہلا خواب آپ کو یہ آیا جیسا کہ آپنے حال مین ہی مجھے لکہا ہے کہ آپنے آسمان پر چاند دیکہا اور دیکہا کہ اس پر حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کا نام مبارک لکہا ہوا ہے اس کے بعد آپنے تمسخر سے اپنی زبان کو روک لیا اور دل ہی دل مین حضرت اقدس کی محبت پیدا ہونے لگ گئی اس کے بعد آپ کو خواب مین حضرت اقدس کی ملاقات ہوئی تو حضرت اقدس سے اوہنون نے پوچہا کہ کیا آپ قسم کہا کر کہہ سکتے ہین کہ آپ سچے ہین تو آپنے تین بار اللہ تعالیٰ کی قسم کہائی اور کہا کہ مین اپنے دعاوی مین سچا ہون۔ اس پر میرے بہائی صاحب کی اور بہی محبت اس سلسلہ کے ساتہہ ہوگئی اور مین اس کو سینے اس تبدیلی کو محسوس کرتا تہا۔ اگرچہ بہ سبب چند ایک اللہ تعالےٰ کی نامعلوم منشاؤن کے آپنے بیعت ظاہری نہ کی مگر دل سے بیعت ہو چکی ہوئی تہی اس کے بعد حال مین آپنے مجہ کو بعد انتقال حضرت اقدس علیہ الرحمۃ خط لکہا ہے۔ کہ جسمین پچہلی چاند والی اپنی شہادت کو نقل کیا ہے اور یہ لکہا ہے کہ دو مہینہ کا عرصہ گذرا ہے کہ مینے خواب مین حضرت اقدس ؑ کی بیعت کی اور اس لئے میرا دل چاہتا تہا۔ کہ مین آپسے جلدی ملون اور اسی خیال مین تہا کہ آپکے وصال کی خبر پہونچی۔ جس سے اونکو صدمہ ہوا۔ ایک انصاف پسند دل کے لئے یہ ایک شہادت ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو کہ ہر ایک میرے بزرگ بہائی صاحب سید نادر حسین شاہ صاحب سے جو کہ بفضل تعالیٰ زندہ ہین دریافت کر کے فائدہ اٹہا سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان لوگون کو ایسے نشانات سے فائدہ اٹہانے کی توفیق بخشے۔ تاکہ یہ اون عذابون سے بچائے جاوین جنمین کہ یہ گرفتار ہین۔ آمین

سید محمد حسین اسسٹنٹ سرجن از لاہور

پیام صلح

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میری چٹھی مطبوعہ بدر مورخہ ۹۔ جولائی ۱۹۰۸ء بعنوان بالا آپنے پڑھہ لی ہوگی جسمین مینے تجویز کی تہی کہ انگریزی پیام صلح یکہزار کاپی اور اردو کاپیان پانچہزار مفت شائع کرنے کے لئے طبع کرائی جاوین۔ جس دلچسپی اور محبت کے ساتہہ اس مبارک پیغام کی پبلک مین مانگ ہے۔ جس کے متعلق آئے دن مجھے چٹھیان مل رہی ہین اس کو دیکہ کر مینے پسند کیا ہے کہ مین آپکے جواب کا انتظار نہ کرون اس لئے انگریزی ترجمہ کی تین ہزار کاپیان مینے طبع کرانے کا حکم دیدیا ہے۔ اور اردو دس ہزار کے لئے مینے تجویز کی ہے۔ یہ کاپیان ہندو صاحبان مین مفت تقسیم ہونگی آپ کی خدمت مین جیسے کہ پہلے عرض کر چکا ہون پہر عرض کرتا ہون کہ آپ مین سے اکثر احباب کم از کم ایک روپیہ کی متعدد کاپیان لے کر مفت تقسیم کرین۔ لاگت جو اب حساب کرنے پر معلوم ہوتی ہے۔ تین چار پیسے کے درمیان فی کاپی ہوگی۔ والسلام جواب جلد عنایت ہو

خواجہ کمال الدین وکیل چیف کورٹ پنجاب عزیز منزل نولکھا

پیام صلح

حضرت مسیح موعود ؑ نے جو آخری پیغام اپنے اہل وطن ہنود کو دیا ہے اس کی اشاعت ہندوستان کے چار کونون مین اس کثرت سے ہونی چاہیئے کہ کم از کم ایک دفعہ ہر ایک ہندو آریہ اس کے مضمون سے آگاہ ہو جائے اس واسطے حضرت خواجہ صاحب نے اس کو اردو اور انگریزی مین کثرت کے ساتہہ چہاپنے کی جو تجویز کی ہے وہ نہایت ہی عمدہ ہے امید ہے کہ دوست جلد اس کیطرف توجہ فرماوینگے اس کے متعلق خواجہ صاحب موصوف کی تازہ یاد دہانی اوپر درج ہے مخدومی خواجہ صاحب کی یہ اپیل ان دوستون کی خدمت مین نہیں۔ جو بمشکل ضروریات زندگی کو بہم پہونچاتے ہتے اور نہ اون کا یہ منشا ہے کہ دیگر چندون مین کمی کر کے احباب اس کام مین امداد دین بلکہ اون کی یہ خواہش ہے۔ کہ جو دوست مثلاً اس موسم مین آم کہانے کے عادی ہین۔ وہ اپنے اخراجات فروٹ مین سے ایک یا دو روپے کم کر کے اپنے ہندی اہل وطن کے واسطے پیغام صلح کا بیش بہا تحفہ خرید کر کے ارسال فرماوین۔

(ایڈیٹر)

جاپان مین اسلام

پچہلے دنون مسٹر قاری سرفراز حسین صاحب تو جاپان سے بہر پہرا کر واپس آگئے سمجھتے رکہ وہان اسلام پھیلنے کی کوئی امید نہیں لیکن اب جناب عبد القادر صاحب تائب ؎ کا کرہ شملہ سے ایک خط اخبار صدائے ہند لاہور مین چہپا ہے۔ جس مین ایک مصری عالم کے سفر نامہ عربی کے حوالہ سے یہ خوشخبری سنائی گئی ہے کہ جاپان مین بارہ ہزار ۱۲۰۰۰ جاپانی مشرف باسلام ہو چکا ہے۔ وہ سفر نامہ منگوایا گیا ہے۔ اس کے پڑہنے پر ضروری حالات ہدیہ ناظرین کئے جائینگے انشاء اللہ تعالےٰ۔ اب جناب تائب صاحب نے اپنے مضمون مین حضرت مسیح موعود کو بہی مخاطب کیا ہے۔ کہ وہ جاپان کو مسلمان بنانے کی طرف توجہ کرین اس کے جواب مین اتنا کہنا سردست کافی ہے کہ یہ سلسلہ یونہی در کار ہے اور انشاء اللہ تعالےٰ ہر ایک ملک مین اپنے اپنے وقت پر پہونچے گا۔

؎ عالمگیر

صلح کاری

سے ترقی کرو!

لاہور کے آریہ پرکاش نے اپنی عادت کے مطابق ایک مضمون لکھا تھا کہ آریہ سماج کی ترقی جنگ کے ذریعے ہو سکتی ہے اس پر مخدومی ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے ایک نوٹ لکھا جس میں انہوں نے دکھایا ہے کہ حقیقی ترقی کیونکر حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر پرکاش بالکل تاریک نہیں ہو گیا۔ تو امید ہے کہ اس مضمون سے کچھ فائدہ حاصل کر سکے۔ اس واسطے اس کو درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

اخی مکرمی جناب مفتی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ میرا مفصلہ ذیل مضمون اپنے اخبار میں درج فرما کر ممنون فرماویں۔ اخبار پرکاش ایک آریہ سماجی آرگن لاہور سے نکلتا ہے اُس کو صرف میں اس غرض سے پڑھتا تھا کہ شائد کوئی منصفانہ رائے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مضمون پیغام صلح کے متعلق اس میں درج ہو ایک ۳۰ر جون ۱۹۰۸ء کے پرچے میں ایک لیڈنگ آرٹیکل اس عنوان کے نیچے کہ "شانتی کے لئے جنگ کرنا لازم ہے" میری نظر سے گزرا اس میں یہ لکھا تھا کہ آریہ سماج کی ترقی بند ہے اور یہ آواز جو چاروں طرف سے آرہی ہے دشمنوں کا تو کیا کہنا کیونکہ وہ تو شروع ہی سے آریہ سماج کے لئے موت کا فتوےٰ دے چکے ہیں دوست بھی محسوس کر رہے ہیں۔ کہ آواز بے معنی نہیں ہم بھی جب اس معاملہ پر غور کرتے ہیں تو اسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ اس بیان میں کچھ نہ کچھ سچائی ضرور ہے (کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے برگزیدوں کے کلام میں ٹل جاتے ہیں) ترقی کیوں بند ہے؟ اس سوال کے کئی جواب ہو سکتے ہیں کیونکہ آریہ سماج کی چلتی گاڑی کے راستہ میں جو رکاوٹ پیدا ہوئی ہے اس کے کئی کارن ہیں ان میں سے بعض کا ذکر تو ہم پہلے کر چکے ہیں آج صرف ایک جب سے ہمیں سروکار ہوگا۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ "آریہ سماج میں اکسٹریمسٹ نہیں ہے" وغیرہ وغیرہ" اور پھر یہ لکھا ہے کہ پنڈت دیانند اور گورودت دونوں اکسٹریمسٹ تھے اور کہ آریہ سماج کے بانیوں کی ترقی اور کامیابی کا یہی راز تھا کہ وہ اکسٹریمسٹ تھے انہوں نے اپنا دین پھیلانے کی خاطر عیسائیوں مسلمانوں اور پورانیوں کے پیشواؤں کو خوب گالیاں دیں اور بیانک بے دھڑک دوسرے لوگوں کا دل دکھایا کہ کئی انسان جو ہم نوا ہو گئے

پرٹ تو نہ سمجھ سکتی تھی بول اٹھے کہ دیانند بہت Intolerant تھا" وغیرہ وغیرہ اور نیز یہ بھی لکھا تھا کہ دوسرے مذاہب کے بانیاں بھی صرف اس لئے ترقی کر گئے کہ وہ اکسٹریمسٹ تھے یہ پڑھ کر جب میں نے اس پر غور کیا اور اس طرف توجہ کی کہ ہمارا رسول اور قرآن کریم اس بارے میں کیا فرماتے ہیں تو وہاں اس کے بالکل برعکس پایا اور وہ جب آیت وکذالک جعلنٰکم امۃً وسطًا کا اسی طرح لینے اس پاک تعلیم قرآن کے ذریعہ ہم نے تم کو اُمّت وسط بنایا یعنی ایسی اُمّت جو افراط و تفریط سے پرہیز کرے اور اعلیٰ سے اعلیٰ اصول پر قدم مارے اور اُس راہ پر چلے جو صراط مستقیم کہا جا سکتا ہے اور جو ہے کہ اِدھر اُدھر قدم مارنا گڑھے میں گرنا ہے اور جو بیچ میں قدم مارنا اور چلنا مدعا کے حصول کا موجب ہوتا ہے جس کے لئے کہ انسان دنیا میں پیدا کیا گیا اور پھر فرمایا کہ خیر الامور اوسطہا کہ اے امت میری تم کو چاہئے کہ اُن امور سے جو کہ تم کو زیادتی کی طرف لیجاویں اور اُن سے بھی جو کہ اس کے مخالف دوسری طرف لیجاویں پرہیز کرو۔ کیونکہ اصل خیر و کامیابی میانہ روی کے اعلیٰ پایہ پر قدم مارنے سے ہی ہو سکتی ہے اور اس طرح پر یہ ہدایت فرمائی کہ اکسٹریمسٹ ہونا خطرناک ہے اور کہ اصل کامیابی جو کہ دائمی اور حقیقی ہو وہی حاصل کر سکتے ہیں جو میانہ روی میں نہیں کر سکتا کہ اس مضمون کے لکھنے والے کا کیا مدعا ہے اللہ بہتر جانتا ہے مگر یہ اتنا ضرور کہوں گا کہ پنڈت دیانند صاحب اور گورودت صاحب کو پیش کر کے آریہ سماجی بانیوں کے آگے پیش کرنا کہ یہ صاحبان اکسٹریمسٹ Extremist تھے اس لئے کامیاب تھے ضرور ظاہر کرتا ہے کہ اُن کے خیال میں دینی اور دنیاوی ... اکسٹریمسٹ بننا چاہئے اور کہ انسان کی ترقی کا راز ہر ایک رنگ میں یہی ہے کہ وہ اُس حد تک اکسٹریمسٹ ہو۔ مگر یہ پرکاش صاحب کا میرے خیال میں ایک دعوےٰ بلا ثبوت ہے جس کی کہ گذشتہ مذہبی اور دنیاوی تاریخ اور عام مشاہدہ تائید نہیں کرتے ۔ اگر دنیا کی تاریخ میں نظر کی جاوے تو ثابت ہوتا ہے کہ اصل کامیابی جو کہ دیرپا ہے صرف میانہ رو اقوام کو ہی حاصل ہوتی رہی ہے اور اکسٹریمسٹ کبھی کامیاب نہیں ہوئے جو بادشاہ زیادہ تیز ہوئے اور میانہ روی کو خیر باد کہہ گئے ہیں آخر کار نا کامیاب ہوئے اور اُن کو بُرے دن دیکھنے پڑے ہیں دیکھو پونا پارٹ۔ اسکندر اور بقول آریہ صاحبان خود اورنگزیب مرحوم و مغفور اور پھر پڑھو تاریخ زوال مختلف یونانی اور اسلامی سلطنتوں کا۔ تو معلوم ہوگا کہ جب وہ اخلاقی اور ایمانی حالت میں اکسٹریمسٹ ہو گئے اور ایک طرف کو زیادہ جھک گئے تو آخر زوال پا گئے۔ پھر دیکھو حال آجکل کے یورپ کے انارکسٹوں کا جو کہ اکسٹریمسٹ کا دوسرا نام کہنا چاہئے اُن کا صرف یہی کام ہے کہ دنیا کو نقصان پہنچاویں اور ایک بیگناہ کو مار دیں اور خود بھی مر جاویں گویا وہ دنیا کے لئے اور بنی نوع انسان کے لئے سوائے مصیبت کے اور کچھ نہیں لاتے۔ اور جو حال آجکل ہندوستان میں اکسٹریمسٹ لوگوں کا ہو رہا ہے اور جو چلن انہوں نے اختیار کیا ہے وہ تو ہم سب دیکھ ہی رہے ہیں اُن کی طبع فرسائی اسی میں ہے کہ ایک معصوم جان کو مار دیں اور خود بھی پستول کھا کر مر جاویں اور اس طرح پر خود تباہ ہو کر دوسرے بھائیوں کیلئے ایک بے چینی اور بدامنی کا بیج بو جاویں اور اپنے ہموطنوں کے لئے بجائے ایک رحمت الٰہی بننے کے جو کہ انسانی حیات کا مدعا ہے غضب الٰہی کی صورت اختیار کر لیں اور اُس امن و چین کو دنیا

سے اٹھا دیں جو کہ اللہ تعالیٰ نے خوش قسمتی سے اُن کو دیا ہوا تھا یہ تو ہوا حال دنیاوی رنگ میں اکسٹریمسٹ کا۔ اب اگر مذہبی رنگ میں اس سوال پر غور کیا جاوے تو بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسائل جو کہ اس حالت میں کہ دنیا کی ترقی ابھی درجہ بلوغت کو نہ پہنچی تھی اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لئے بھیجے تھے اور جو کہ اُس وقت کے لئے مناسب حال تھے مگر آئندہ زمانہ کے حالات کے مطابق اکسٹریمسٹ ازم کا رنگ اپنے اندر رکھتے تھے آخر کار منسوخ کئے گئے اور اُن کی جگہ اُن مسائل نے لے لی جن کو کہ میانہ روی کے اصول کہہ سکتے ہیں دیکھو اگر وید کے مسائل میں غور کی جاوے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسائل اور ان کی شرتیاں کسی ایسی قوم کے لئے تھیں جن میں کہ اُس سے پہلے بالکل تہذیب نہ تھی اور اس لئے ایک سادہ تعلیم تھی اور بسبب ایک جنگلی گروہ یا اُمّت ہونے کے اُن میں ایسے ایسے مسائل کی ضرورت تھی۔ جیسا کہ نیوگ ہے جو کہ ایک اعلیٰ پایہ کی تہذیب رکھنے والی قوم کے ہرگز شایاں نہیں تھا چنانچہ شائد اُس وقت تو یہ مناسب وقت سمجھی گئی ہو مگر اس زمانہ میں کوئی بھی انسان عقل رکھنے والا خواہ وہ ہمارا آریہ بھائی ہی کیوں نہ ہو اس کو اچھا نہیں کہہ سکتا اگرچہ ضد اور تعصب کی وجہ سے وہ بار بار اُس کے اوصاف بیان کرے مگر دل اندر ہی اندر سے اُس کو ملامت ضرور کرتا ہے پس مسئلہ اور ایسے ایسے اور مسائل ... چونکہ انسانی اخلاق کا ایک اکسٹریم تھے اس لئے ضروری تھا کہ یہ نا کامیاب ہوتے اور آخر ویسا ہی ہوا۔ اور ایک اور قانون تھا جس میں کہ کثرت ازدواج جیسا بابرکت اصول تعلیم دیا گیا تھا تا کہ انسان بے اولاد نہ مرے اور مخلوق خدا کا سلسلہ تولید قائم رہے اور اُن سے اس کی جگہ لے۔ اسی طرح یہ تعلیم کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ چونکہ اپنے اندر بدلہ لینے کا اکسٹریم رکھتی تھی آخر بدلی گئی اور یہ تعلیم کہ اگر کوئی ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسری بھی آگے کر دو ناقابل عمل ثابت ہو گئی اور دنیا میں نہ رہی اور اُن کی جگہ ایک ایسی تعلیم نے لے لی جس میں کہ عفو کے وقت عفو اور سزا کے محل پر سزا کا حکم دیا جاتا ہے اور جو کہ عین موافق ضمیر اور فطرت انسان ہے۔

یہ سب تعلیمیں کیوں آہستہ آہستہ عملی رنگ میں دنیا سے اٹھ گئیں صرف اس لئے کہ یہ اپنے اندر ایک اکسٹریم رکھتی تھیں اور یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو آخر منسوخ کر دیا اور جب دنیا اپنے زمانہ بلوغت کو پہنچی اور انسان اس قابل اللہ تعالیٰ کے علم میں ہو گئے کہ ان پر مکمل شریعت بھیجی جاوے جو کہ میانہ روی کا اعلیٰ درجہ اپنے اندر رکھتی ہو تو ایک اور تعلیم جو کہ قرآن پاک میں ہے بھیجی گئی اور جو کہ وہی تعلیم تھی جو کہ پہلے تھی مگر اپنے اندر افراط و تفریط نہ رکھتی تھی اور اس لئے آخر کامیاب ہوئی اور اب زمانہ ہے جس میں کہ اُس کی کامیابی اور بھی درخشاں ہوگی کیونکہ اس تعلیم کے بہت سی انسانی کمزوری اللہ تعالیٰ نے دور کر دی ہے اور وہ جو کہ آگے بہت سخت قسم کے بت پرست تھے بغیر کسی ہمت اور تکلیف مسلمانوں کی کے خود بخود توحید کے قائل ہو گئے ہیں اور فخر سے لکچروں میں اپنے آپ کو مواحد کہتے ہیں اور یہی لب لباب اسلام کی تعلیم کا ہے۔

غرض یہی اکسٹریمسٹ ازم ہی ایک وجہ تھی اور یہی وجہ ابھی ہے کہ آریہ سماج کا اصول کامیاب نہ ہوا اور پنڈت دیانند صاحب کی ساری تعلیم کو بھی

اور ہر ایک بادشاہت تب ہی زوال پذیر ہوتی ہے کہ جبکہ اُن کے افسر میانہ روی کو چھوڑ کر اکسٹریم تک پہنچنا شروع کرتے ہیں۔

ترمیم کی ضرورت پڑ گئی ہے اور یہ ترمیم وہی ہے جو کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن میں کرنا چاہتے تھے۔ غرضیکہ وہ کام جو کہ ہم نے کرنا تھا وہ ہمارے آریہ بھائی خود بخود بسبب تعلیم کی روشنی کے کر رہے ہیں اور امید ہے کہ اگر جیسا کہ یقین ہے اللہ تعالیٰ کی مشیت جوش میں رہی تو یہ ہمارے زیادہ زیادہ نزدیک ہوتے جاویں گے اور ایک دن وہ ہوگا کہ شاید تھوڑا سا تعصب ہی ہوگا جو کہ اُن کو ہمارے ساتھ ملنے سے روکیگا اور بس۔ ورنہ اصول وہی ہو جاوینگے جو کہ قرآن میں تعلیم ہوتے ہیں کیونکہ یہ لازم امر ہے کہ اگر کوئی انسان سچے خلوص سے اپنی عقل کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں استعمال کرے تو اُس پر سچا رستہ کھل جاتا ہے اور یہ قرآن کریم کا بھی فتویٰ ہے۔ اور پھر خدا کرے کہ وہ دن آجاوے کہ تعصب بھی دور ہو جائے (جس کی طرف کہ ہمارے امام نے گائے جیسے مسئلہ پر اپنی رائے ظاہر کر کے اشارہ کیا ہے) اور ہم ایک مذہب ہو جاویں۔ یہی حال حضرت عیسائی صاحبان کا ہے یورپ نے تمام بائیبل کے اصولوں کو ناکمل خلاف عقل اور ناقابل عمل سمجھ لیا ہے اور بسبب دین کو ایسا کمزور پانے اور اُن کے سامنے اور کوئی سچا دین نہ ہونے کے دہریت کی طرف جھک گئے ہیں مگر آخر وہ فطرت جو کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہی پیدا کی گئی اور جس کو کہ اللہ تعالیٰ کی پاک کشش ہر وقت اپنی طرف کھینچنا چاہتی ہے وہاں بھی اُن کو چین نہیں لینے دیتی اور آخر متلاشی ہوتی ہے اور اُن اصولوں کی طرف قدم مارتی ہے جو کہ سچے ہوں اور اصل کامیابی کا راز ہوں سو وہ بھی سلسلہ اسلام کے نزدیک آتے جاتے اور امید ہے کہ جلدی یہ سب مذاہب جس جس دنیا ترقی کرتی جائیگی اصل صراط مستقیم کو پالینگے اور ایک ہو جاوینگے اور اسطرح پر یہ ثابت کر رہے ہیں اور کر دینگے کہ وہ تعلیم جو اکسٹریمسٹ ازم اپنے اندر رکھتی ہو آخر ناکامیاب رہیگی۔

پھر اگر مشاہدہ کو اس امر میں جج بنایا جائے تو بھی اس امر کی جو میں نے اوپر بیان کیا ہے تائید ہوتی ہے دیکھو روزانہ زندگی میں اگر غذا کو لیا جاوے تو دودھ جیسی زود ہضم چیز بھی اگر حد سے زیادہ استعمال کر لی جاوے تو آخر کار دست وقے اور درد پیدا کر کے تکلیف کا باعث ہوتی ہے اور صبح کی فرحت افزا سیر میں بھی اگر انسان ذرا زیادتی کر لے تو بجائے روحانی اور جسمانی فرحت ہونے کے تھکا کر بخار اور تکلیف پیدا کرتی ہے علم لکھنے پڑھنے میں بھی جو کہ انسان کا تنہائی میں مونس ہوتا ہے اور عقل کو اور فہم کو تیز کرتا ہے اگر زیادتی استعمال کی جاوے تو آخر انسان بسا اوقات پاگل ہو جاتا ہے۔ خود داری جیسے پاک اصول میں بھی اگر انسان زیادتی کر لیوے تو آخر تکبر سمجھی جا کر ایک نقص ہو جاتی ہے کسی پر ایک امر میں محبت اور مہربانی جیسے اچھے اخلاقوں کو بھی اگر حد سے زیادہ استعمال کیا جاوے تو آخر انصاف سے گرا دیتے ہیں غرض کسی قسم کی افراط اور تفریط کی جاوے یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ ضرور اس کا نتیجہ ناقص ہوتا ہے۔ غرض کیا تواریخ دنیا اور کیا مذہبی اور کیا عام مشاہدہ روزانہ ہم سب کو مجبور کرتے ہیں کہ ہم یکھیں کہ وہ اصول جو اپنے اندر اکسٹریمسٹ ازم رکھتے ہوں کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ پنڈت جی نے بقول پرکاش اکسٹریمسٹ کے رنگ میں آغاز کیا تھا اور اُس کے سارے پیرو ضروری تھا کہ اُن کے نقش قدم پر قدم مارتے اس لئے وہ بھی اکسٹریمسٹ ہیں اس لئے ہی ہے کہ اب اس کی ترقی بقول ہمارے بھائی آریہ صاحبان بند ہو گئی ہے اگر پنڈت دیانند صاحب انصاف کو کام میں لاتے اور دیگر مذاہب کی کتب کا ٹھنڈے دل سے مطالعہ کرتے تو ضرور تھا کہ ایسا سمجھدار آدمی اسلام کو قبول کرتا اور ضرور سب نبیوں سے افضل محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھتا۔ مگر افسوس چونکہ وہ اکسٹریمسٹ تھے انہوں نے باقی سب تعلیموں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا اور اس لئے اصل صداقت کو نہ پا سکا اور اُن کے ہنر بھی ان کو عیب نظر آئے۔ یہ پنڈت جی صاحب کے اکسٹریمسٹ ہونے کا ہی نتیجہ تھا کہ انہوں نے کثرت ازدواج جیسی بابرکت تعلیم کے بجائے نیوگ جیسے بے غیرت مسئلہ کو پسند کیا۔ اور ایک رب العالمین۔ رحمٰن۔ رحیم۔ قادر خدا کی جگہ ایسا خدا تجویز کیا جو کہ انسان جیسی طاقت بھی نہیں رکھتا۔ اور اگرچہ مانتے ہیں کہ وہ خود اپنے ایک ملازم کو اُس کا گناہ معاف کر سکتے ہیں مگر ایسا خدا مانا جو کہ ہرگز اُن کا ایک گناہ بھی نہیں بخش سکتا اور اگرچہ خود وہ کسی انسان یا حیوان پر مہربان ہو جاویں تو اُس کو اُس کے حق سے زیادہ انعام دے سکتے ہیں اور دیتے ہیں مگر خدا ایک ایسا مانا ہے جو کہ سوائے ترازو کے تول کے ذرا بھی اِدھر اُدھر نہیں کر سکتا اور کسی پر اُس کی محنت سے زیادہ مہربانی اور دیا نہیں کر سکتا۔ غرض یہ سب کچھ خلاف عقل مانا مگر اسلام کو اور اسلام کی بانی کی تعلیم کو نہ دیکھا اور اُس سے فائدہ نہ اُٹھایا بلکہ اُلٹی گالیاں بسبب لاعلمی کے دیکر ہمیشہ کے لئے ملک میں ایک فساد کا بیج بو دیا اور اس طرح سے وہ نیت اُن کی ہمدردی بنی نوع انسان جو کہ ہر ایک انسان کی فطرت کا تقاضا ہے اُلٹا رنگ لائی یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ پنڈت جی صاحب اکسٹریمسٹ تھے اگر اس پر بھی کوئی آریہ صاحب فرما دیں کہ ہمارا دعوے غلط ہے تو میں اُن کی خدمت میں ایک اور ثبوت بھی پیش کر سکتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ کانگرس میں جب دو پارٹیاں بدقسمتی سے بن گئیں تو آخر مدبران ملک نے زیادہ اُسی طرف کو پسند کیا جو کہ ماڈریٹس کے نام سے نامزد ہے اور سب نے اکسٹریمسٹ کو بہ یک آواز ناپسند کیا۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ اُن کے خیال اور رائے میں یہ فرقہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اور آخر بعض سمجھدار اُن میں سے بھی ماڈریٹ ہو گئے۔ اور اس لئے اُس ترقی کو جو اکسٹریمسٹ کے ذریعہ شروع ہوئی تھی نقصان پہنچا اور یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے جب انسان کی ترقیات کو دنیوی اور عقلی کو کمال دینا چاہا تو آخر وہ سب قانون جو کہ اپنے اندر ذرا بھی اکسٹریمسٹ ازم کا اثر رکھتے تھے منسوخ کر دیئے اور ان میں سے اچھی باتیں چن کر ایک ایسا قانون بھیجا جس میں کہ افراط وتفریط ہرگز نہ تھی اور پھر دعوے کیا کہ یہ صراط مستقیم ہے اور یہ اصل سچی کامیابی اور نجات کی راہ ہے اور یہی وجہ برعکس اس کے ہے جو کہ آریہ سماج کی ترقی کو بند کرنے کا باعث ہوئی ہے۔

بالآخر میں اپنے آریہ بھائیوں سے عرض کرتا ہوں کہ اب بھی وہ سنبھل جاویں اور تعلیم کا فائدہ اُٹھا کر سب مذاہب کو ٹھنڈے دل سے اور صبر اور استقلال سے پڑھیں تو امید ہے کہ وہ انشاء اللہ تعالیٰ اصل راہ کو پالیوینگے اور وہ وہی ہے جو کہ ہر نبی دنیا کو سکھاتا ہے اور وہی ہے جو کہ آغاز میں آریہ ورت کے مہاشوں کو اُن کے پاک نبیوں اور رشیوں نے دی تھی یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ صرف اُنکو اس لئے نئی معلوم ہوتی ہے کہ بسبب اُن کی فطرت اکسٹریمسٹ ہونے کے وہ اس میں غور کرنا بھی برداشت نہیں کر سکتے میں پھر آخر میں اپنے آریہ بھائیوں کی خدمت میں عرض کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ وہ ضرور ضرور حضرت امامنا ومولانا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود کی آخری نصیحت کو نیک ظنی سے پڑھیں اور اس میں ایک انصاف پسند انسان بن کر غور کریں تا کہ فائدہ اُٹھا سکیں کیونکہ یہ اُس انسان کی لکھی ہوئی ہے جو کہ اُمت وسط کا سردار تھا اور جس کے اندر ہمدردی بنی نوع انسان کوٹ کوٹ کر بھری تھی اس لئے آپ کو وعظ نہیں کرتا تھا کہ وہ مسلمانوں کے گھر پیدا ہوا تھا اور اس لئے تعصب رکھتا تھا بلکہ اس لئے کہ وہ اسلام کو ہی اور اصل فلاح کے حصول کی راہ یقین کرتا تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ آپ کے پیارے انسان ہونے کی وجہ سے اُس کے بھائی تھے کسی تکلیف میں بسبب اپنی نادانی کے پڑ جاویں اور وہ ہم کو ایک ایسے گڑھے میں گرتا ہوا دیکھ نہیں سکتا تھا جس میں گرنا ہمارے لئے بڑی لمبی چوڑی تکلیفوں کا باعث ہو۔ وہ سب کو مکمل انسان اور اپنے جیسا انسان بنا ہوا دیکھنا پسند کرتا تھا اور اُس کو یہ تڑپ تھی کہ دنیا میں خدا پوجا جاوے اور اُس کے سچے پیروں کی عزت کی جاوے تا کہ لوگوں کو ان کی پیروی کرنے کی تحریص ہو جو کہ اس دنیا اور آئندہ آخرت میں بھی کامیاب ہو گئے اور جن کا نام کہ بسبب تقدس ذاتی کے اب تک بیسیوں کی جگہوں میں عزت سے لیا جاتا ہے اور اس لئے پر وہ بھی یعنی سارے کے سارے وہی درجات حاصل کر سکیں کیونکہ اللہ کی درگاہ میں ہر ایک رنگ میں بے نیازی ہے اور اُس کو کسی چیز کی کمی کے لئے پرواہ نہیں۔ ہاں مستحق بننا ہمارا فرض ہے اُس کی دلی خواہش تھی کہ دنیا سے گناہ دور ہو جاوے اور امن اور چین اور صلح دنیا میں پھیل جائے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی کشش دنیاوی محبت کی کشش پر غالب آجاوے اور ہم کو اُس محبوب حقیقی کا وصال نصیب ہو جس کے لئے کہ ہم پیدا کئے گئے ہیں۔ آمین!

اے خداوند من گناہم بخش — سوئے درگاہ خویش راہم بخش
روشنی بخش در دل و جانم — پاک کن از گناہ پنہانم
دلستانی و دلربائی کن — بہ نگاہے گرہ کشائی کن
در دو عالم مرا عزیز توئی
وآنچہ مے خواہم از تو نیز توئی

خاکسار
سید محمد حسین اسسٹنٹ سرجن